احمدی اسلامی جہاد سے کبھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ آج بوسنیا میں جہاد بالسیف جائز ہے۔امانت وخیانت کا جاری مضمون

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ /اکتوبر ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

خطبات میں مضامین کے جو سلسلے چلتے ہیں ان میں بعض دفعہ یہ دقت پیش آتی ہے کہ بعض واقعات ایسے گزرتے ہیں جن پر فوری تبصرہ ضروری ہوتا ہے اور جن کے متعلق جماعت کو بعض دفعہ نصیحت کرنی پڑتی ہے، بعض دفعہ تحریک کرنی پڑتی ہے، بعض دفعہ اُن کی راہنمائی کرنی پڑتی ہے۔تو اسی لئے میں خطبات کے سلسلے کے دوران ہی اب ابتداء میں چند اور باتیں کرتا ہوں تا کہ وقت کے تقاضے بھی پورے ہوسکیں اور سلسلہ بھی جاری رہے۔

اس ضمن میں چند دن پہلے میں نے سوچا کہ بوسنیا سے متعلق میں جماعت احمدیہ کو صورت حال سے مختصراً آگاہ کرتے ہوئے ایک اہم اعلان کروں اور یہ فیصلہ کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ کا عجیب تصرف ہے کہ مجھے اطلاع ملی کہ بوسنین مسلمانوں کا ایک مہاجر گروہ ملاقات کا خواہشمند ہے اور انہوں نے جمعہ ہی کا وقت دیا ہے اور جمعہ وہ ہمارے ساتھ پڑھیں گے چنانچہ آج جمعہ میں وہ ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے اس جمعہ میں شریک ہو رہے ہیں۔اس سے مجھے یہ یقین ہوا کہ یہ تصرف الٰہی ہی تھا اور ان دونوں باتوں کا آپس کا انطباق کوئی حادثہ نہیں کوئی اتفاق نہیں بلکہ واقعۃً یہ مضمون بیان کرنا ضروری تھا۔

جماعت احمدیہ پر بہت سے مسلمان علماء اور اب حکومتیں بھی ان میں شریک ہو چکی ہیں مدت سے یہ الزام لگا رہے ہیں کہ ہم جہاد کے قائل نہیں ہیں حالانکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بالکل واضح مؤقف ہمیشہ یہ رہا اور جماعت احمدیہ کا ہمیشہ سے یہی مؤقف چلا آ رہا ہے کہ قرآن کریم نے جس جہاد کا ذکر فرمایا ہے وہ اپنی تمام تر صورتوں میں، تمام شرائط کے ساتھ ہمیشہ جاری رہنے والا ایک سلسلہ ہے، جہاد بالسیف اُس کی ایک قسم ہے اور جب بھی جہاد بالسیف کی شرائط پوری ہوں، جہاد بالسیف بھی اُسی طرح فرض ہوگا جیسے دوسرا جہاد ہے لیکن شرائط کے ساتھ اور قرآن کریم کی بیان کردہ حدود کے اندر، ان کو پھلانگ کر نہیں۔ اس ضمن میں بوسنیا کے متعلق مجھے کامل یقین ہے کہ اگر اس دور میں ہم نے اسلامی جہاد کا کوئی موقع دیکھا ہے جہاں اسلامی جہاد کا تصور واقعةً منطبق ہوتا ہے تو وہ بوسنیا کی صورت حال ہے۔

اس سے پہلے افغانستان کے متعلق بھی بہت جہاد کی باتیں ہوئی ہیں لیکن ایک فرق ہے بوسنیا اور افغانستان کے حالات میں۔ افغانستان میں اس وجہ سے افغان باشندوں کو اپنے ملک سے دربدر نہیں کیا گیا کہ وہ مسلمان ہیں کیونکہ جو پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی مسلمان ہی تھے اور محض اسلام کی بناء پر ان کو ملک سے باہر نہیں نکالا گیا، ہاں کیونکہ وہ طاقت جس نے افغانستان کے اندرونی معاملات میں دخل دیا اور اپنے نظام کو افغانستان پر ٹھونسنے کی کوشش کی وہ طاقت ایک بے دین طاقت تھی۔ اس لئے اس کے خلاف احتجاج میں اور نفرت کے اظہار کے طور پر کہ ہم کسی کو زبردستی اپنا نظام نہیں بدلنے دیں گے وہ لوگ اپنے ملک کو چھوڑ کر گھر سے بے گھر ہوئے۔ یہ جہاد کی ایک قسم قرار دی جاسکتی ہے اس میں ہرگز کوئی شک نہیں۔ لیکن بعینہٖ وہ جہاد نہیں جس کا قرآن کریم میں کھلم کھلا ذکر ہے۔ جیسا کہ سورۃ حج میں جب جہاد کی اجازت دی گئی تو فرمایا گیا اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ (الحج: ۴۰-۴۱) کہ اجازت دی جاتی ہے ان لوگوں کو جن کے خلاف تلوار اُٹھائی جارہی ہے اور ظلم کے طور پر اُٹھائی جارہی ہے کوئی حق نہیں ہے تلوار اُٹھانے والوں کو۔ وہ لوگ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے محض اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے یعنی دین کی خاطر، خدا کی خاطر محض یہ وجہ دشمنی کی تھی ورنہ اور کوئی دنیاوی دشمنی نہیں تھی۔ بوسنیا میں جو مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا

ہے اور بے انتہا مظالم ہو رہے ہیں اُن میں صرف اسلام وجہ ہے۔ چنانچہ مغربی قومیں بھی اور ان کے تمام نشریاتی ادارے بھی بار بار مسلمان کا ذکر کرتے ہیں اور قومی ذکر نہیں کرتے۔ چنانچہ بعض دفعہ بعض ناقدین نے ان کو متوجہ بھی کیا۔ انہیں کہا تم کیوں بار بار مسلمان کہتے ہو یہ کیوں نہیں کہتے کہ بوسنیا کے خلاف سربز نے حملہ کیا ہوا ہے۔ تو جو لوگ جانتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہاں سربین اور بوسنین کی لڑائی نہیں بلکہ بوسنین کے اسلام کی وجہ سے بوسنین سے نفرت کی جارہی ہے اور جس رنگ کے مظالم وہاں توڑے جارہے ہیں وہ بلاشبہ Hitler کے دور کو بھی شرماتے ہیں۔ بعض ایسے جرائم کا ارتکاب ہو رہا ہے، دنیا کے ظلم کی تاریخ میں ایسے ابواب کا اضافہ ہو رہا ہے، جو اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے تھے یا سنے گئے تھے۔

پس بوسنیا کی صورتِ حال اس آیتِ کریمہ کے تابع ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے یعنی سورہ حج کی آیت جس میں اُذِنَ لِلَّذِیْنَ کے ذریعہ مسلمانوں کو، بعض مظلوموں کو، بعض خاص حالات میں تلوار اُٹھانے کی اجازت دی اور اس کو خدا کی خاطر جنگ قرار دیا ہے اور یہ وعدہ فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ تم کمزور ہو، مظلوم ہو، گھروں سے بے گھر کئے گئے ہو، لیکن ہم تم سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم خدا کی خاطر اس اجازت کے پیش نظر اپنے دفاع میں تلوار اُٹھاؤ گے تو اللہ تمہاری نصرت پر قادر ہے۔ وہ جب چاہے گا تمہیں فتح عطا فرمائے گا۔

تعجب کی بات ہے کہ جماعت احمدیہ پر الزام لگانے والے بے محل اور بے موقع جہاد کی باتیں کرتے ہوئے تھکتے نہیں مگر آج جب جہاد کا موقعہ ہے تو تمام اسلامی حکومتیں اس بارے میں خاموش ہیں اور کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اُٹھ کھڑی ہو اور سر عام دنیا کو للکار کر کہے کہ یہ موقع ایسا ہے جہاں اسلام نے جہاد کی اجازت دی ہے اس لئے ہم اس حق کو استعمال کریں گے۔ تمام کے تمام ایسی بڑی طاقتوں سے مغلوب ہیں اور ان کے محکوم ہیں، ان کے ساتھ غلامانہ تعلقات رکھتے ہیں کہ جو ان کو خدا سے بھی زیادہ طاقتور دکھائی دیتی ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تقاضے ایک طرف ہوں اور ان حکومتوں کی رضا کے تقاضے دوسری طرف ہوں وہاں خدا کی بالا دستی کو ایک طرف چھوڑ کر جس کے قائل ہیں اور بالآخر ہر ایک کو قائل ہونا ہی پڑے گا، ان کی بالا دستی کے تابع ہو جاتے ہیں، یہ انہیں نزدیک دکھائی دیتی ہے۔ جیسے پنجابی میں کہتے ہیں اللہ نزدیک ہے، نہایت بیہودہ قسم کا محاورہ

ہے مگر ہے کہ خدا نزدیک ہے کہ مکا۔تو جہاں اپنے مطالب دکھائی دیں تو وہاں مکّا نزدیک دکھائی دیتا ہے اور خدا دور دکھائی دیتا ہے۔

اسلامی جہاد انفرادی طور پر شرائط کے بغیر نہیں ہوسکتا اور کسی ایسی سرزمین پر نہیں ہوسکتا جس زمین کا قانون وہاں کے رہنے والوں اور باشندوں کو اس کی اجازت نہ دے اس لئے وہ لوگ جو امریکہ میں مسلمان بستے ہیں وہ مجبور ہیں ان کے متعلق یہ الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ خدا کی بالادستی کو ترک کر کے دنیا کی بالادستی کو قبول کر رہے ہیں کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات کی اجازت نہیں دی کہ ملکی قانون کے خلاف بغاوت کرو اور پھر جہاد کرو۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے مکہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت نہیں دی۔ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہے۔تمام ظلم کی تاریخ میں جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں بسنے والے مظلوموں کو اجازت دی ہو کہ تم یہیں رہو اور ان کے بالا قانون کی مخالفت کرتے ہوئے ان کے خلاف تلوار اُٹھاؤ۔ہجرت کا حکم اس لئے ہے کہ جب تم ایک ظالم حکومت کے تابع ہو،اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو تمہارا پہلا فرض ہے کہ وہاں سے نکلو اور پھر ایسے آزاد علاقہ میں جہاں وہاں کے قوانین تمہیں اجازت دیتے ہوں یا قوانین خود تمہارے قبضۂ قدرت میں ہوں وہاں اس کا انتظام کرو۔پس یہ اوّلین فرض مسلمان حکومتوں کا ہے۔امریکہ میں بسنے والے مسلمان یا یورپ میں بسنے والے مسلمان یا ایسے ممالک میں بسنے والے مسلمان جہاں کے قانون ان کے اس قسم کی جدوجہد کی اجازت نہیں دیتے وہ مبرا ہیں اور قرآن کریم اور سنت کے مطابق ان پر کوئی حرف نہیں لیکن مسلمان حکومتوں پر ہے۔اُن کا فرض ہے کہ وہ اپنی زمین کو ان کے جہاد کے لئے پیش کریں اور کثرت کے ساتھ بوسنیا کے مسلمانوں کو دعوت دیں ،وہاں ان کو پناہ دیں،وہاں ان کی تربیت کریں اور ان کی ہر صورت میں مدد کریں تا کہ وہ اُس سرزمین کو طاقت کے زور سے واپس لیں۔جس سرزمین کو محض از راہ ظلم طاقت کے زور سے ان سے چھینا گیا ہے اور اس کا چھیننے والوں کو کوئی حق نہیں تھا۔اور اختلاف کی بنا اسلام ہے،خدا کا نام ہے۔عزت بیگ، جو بوسنیا کے مسلمان صدر ہیں ان کے خلاف جتنی نفرت کی مہم چلی ہے اور جو ظلم وستم کا سلسلہ جاری ہوا ہے، یہ اس بنا پر ہے کہ انہوں نے جو Election جیتا بوسنیا کا وہ اسلام کے نام پر جیتا ہے اور شروع سے آخر تک جھگڑا ہی اسلام کا ہے۔

پس پاکستان ہو یا ترکی ہو یا ایران ہو اُن کا اوّلین فرض ہے کہ بوسنیا کے مہاجرین کو قبول کریں بجائے اس کے کہ ان کو یورپ میں جگہ جگہ غیر اسلامی حکومتوں میں پناہ لینے پر مجبور کیا جائے۔ان کا احسان ہے جو پناہ دے رہی ہیں، غیر اسلامی حکومتوں کی پناہ لینا جرم نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے۔حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانے میں پہلی ہجرت حبشہ کی طرف ہوئی جہاں ایک غیر اسلامی عیسائی حکومت تھی ،اس لئے یہ بات خوب کھول کر بتانا چاہتا ہوں کہ یہ کوئی اعتراض نہیں ہے کہ غیر اسلامی ممالک میں وہ پناہ لیں۔اعتراض صرف یہ ہے کہ مسلمان ممالک کا اوّلین فرض ہے کہ نہ صرف اُن کو پناہ دیں بلکہ جہاد کی تیاری کے سلسلہ میں اُن کی ہر طرح مدد کریں۔پاکستان بڑے دعوے کرتا ہے کہ ہم نے افغانستان کے جہاد میں عظیم الشان قربانیاں دیں اور اپنی سرزمین ان کے لئے پیش کر دی۔اللہ بہتر جانتا ہے کہ نیتیں کیا تھیں۔ہمیں تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ امریکہ کی رضا کی خاطر، امریکہ کی تائید سے، وہ زمین اُن کے سامنے پیش کی گئی اور جب تک امریکہ کی مدد شامل حال تھی وہ جہاد جاری رہا، جب امریکہ نے ہاتھ اُٹھا لیا تو پاکستان نے بھی ہاتھ اُٹھا لیا۔امر واقعہ یہ ہے کہ سیاسی دنیاوی تقاضے تھے جن کی خاطر مدد دی گئی ہے۔لیکن بیچ میں کچھ نیک لوگوں کی نیک نیتی بھی ہوگی۔اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ جب ایک عام جہاد شروع ہوتا ہے تو بہت سے لوگ محض للہ اس میں شامل بھی ہو جایا کرتے ہیں اس لئے ہم کوئی عمومی فتویٰ نہیں دے سکتے کہ اُس جہاد میں جو شامل تھے اُن کے دنیا کے تقاضے تھے، دنیا کی خاطر اُنہوں نے کام کئے۔پاکستانی فوج میں بھی بہت سے ایسے جوان ہوں گے جنہوں نے خالصۃً للہ کسی رنگ میں اس میں حصہ لیا اور قربانیاں پیش کیں۔پس ایسے لوگ تو یقیناً اللہ کی جزا پائیں گے۔مگر امتحان کا وقت اُس وقت آتا ہے جب ایک ہی قسم کی صورتِ حال دوبارہ پیدا ہو اور دوسری صورتِ حال میں بات کھُل جائے اور ننگی ہو جائے۔پس اگر امریکہ کی رضا حکومتِ پاکستان کے پیشِ نظر نہیں تھی اور خدا کی رضا تھی تو آج خدا کی رضا کا پہلے سے بڑھ کر تقاضا ہے کہ بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کی اُس سے بڑھ کر مدد کی کوشش کرو جو تم نے اپنے افغان بھائیوں کی کی تھی۔وہاں ان کو بلایا جائے، ان کو خوش آمدید کہا جائے، ان کے یتامیٰ کو ایسے خاندانوں میں تقسیم کیا جائے جو محبت کے ساتھ، پیار کے ساتھ، ماں باپ کا حق ادا کر سکیں۔اور پھر ان کے جوانوں کو فوجی تربیت دی جائے، ہر قسم کی مدد دی جائے اور اس سلسلہ میں مَیں سمجھتا ہوں کہ اوّلین

فرض پاکستان، ترکی اور ایران کا ہے۔ یہ تینوں حکومتیں مل کر یہ پروگرام بنائیں بجائے اس کے کہ ہر ایک اپنے اپنے نہج پر الگ الگ مدد یا تیاری کا سلسلہ شروع کرے اور یہ کرنا نہ صرف یہ کہ اسلام کے منشاء کے عین مطابق ہے بلکہ دنیا کے آج کے قوانین اور United Nations کے قوانین کے بھی بالکل مطابق ہے اور دنیا کی کسی طاقت کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے افغانستان کے معاملہ یہ مثال پوری طرح قائم ہو چکی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان کو یہ خوف ہوگا کہ امریکہ اعتراض کرے گا۔ امریکہ کیسے اعتراض کرے گا اُس نے تو خود جہاد کے نام پر افغانستان کی مدد کی ہوئی ہے۔ امریکہ کی مدد کے سہارے تو پاکستان نے یہ سلسلہ آگے چلایا تھا اور پاکستان کی سرزمین میں جہاد کرنے والے تیار ہوتے تھے اور افغانستان پر حملہ کیا جاتا تھا۔ یہ جب نظیر قائم ہوگئی تو United Nations کے کسی ممبر نے، کسی بڑی یا چھوٹی حکومت نے اس پر اعتراض نہیں کیا اور سب سے طاقتور حکومت جو United Nations کی ممبر ہے وہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ذمہ دار تھی۔ تو آج کس کا حق ہے کہ اس پر اعتراض کرے اس لئے عقلاً، قانوناً، انصافاً، رواجاً کسی کا حق نہیں ہے۔ تو پھر ڈرتے کس سے ہو؟ اندرونی خوف کے کچھ تقاضے ہوں جو ہمارے علم میں نہ ہوں تو الگ بات ہے، ورنہ ظاہری طور پر جب خدا کا منشاء بھی اور دنیا کی طاقتیں بھی اس تحریک پر عملاً بات کر چکی ہوں جس کی میں تمہیں توجہ دلا رہا ہوں تو پھر کسی خوف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر خوف ہو بھی تو یہ وقت نہیں ہے کہ جب خوف کا اظہار کیا جائے کہ پوری مسلمان قوم کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے اور ایسے خوفناک مظالم توڑے جا رہے ہیں کہ اُن کے بیان کی بھی طاقت نہیں ہے۔ اگر میں بیان کروں تو مجھے اپنے جذبات پر قابو نہیں رہے گا۔ آپ اخباروں میں خبریں پڑھتے ہیں، ٹیلی ویژن پہ پروگرام دیکھتے ہیں، جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے **اگر پاکستان کی حکومت ایسے جہاد کا اعلان کرتی ہے جس میں پاکستانی بھی شریک ہوں تو میں تمام احمدیوں کو تحریک کرتا کہ وہ بڑھ کر اس میں حصہ لیں اور بتائیں کہ ہم اسلامی جہاد میں کسی سے پیچھے رہنے والے نہیں بلکہ صفحۂ اول میں آگے بڑھ کر لڑیں گے اور یہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔ جب بھی اسلام کے تقاضے کسی جہاد کا اعلان کرتے ہیں یا جہاد کی تحریک اسلامی تقاضوں کے مطابق ہوتی ہے تو جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہی بلکہ ہمیشہ آگے بڑھ کر قربانیاں پیش کی ہیں۔ پس اس موقع پر بھی جماعت احمدیہ کے لئے**

اعلان ہے اور باقی دنیا کی جماعتوں کو میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ سرب جو مہاجر آئے ہیں ان کے ساتھ محبت کا سلوک کریں، ان سے تعلقات قائم کریں، ان کی ضرورتیں پوری کرنے کی کوشش کریں اور اُن کے ذریعہ اگر ان کے بچے مل سکتے ہوں تو ان کے بچوں کو پالا جائے۔ مغرب میں بعض قوانین کی دقتیں ہیں اُن سے متعلق ہم نے غور کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اُن دقتوں کے باوجود احمدیوں کیلئے ممکن ہے کہ وہ سرب بچوں کو اپنائیں اور ان کیلئے ماں باپ سے زیادہ محبت کا سلوک کرنے کی کوشش کریں۔ ان سے ماں باپ سے بڑھ کر محبت کا سلوک کرنے کی کوشش کریں۔ وہ للہ مظلوم ہیں اور اپنے بچوں سے محبت کرتے وقت تو آپ کے طبعی تقاضے ہیں اُس میں بھی نیکی ہوتی ہے کہ خدا کی خاطر محبت کی جائے۔ **مگر ایسے بچے جو محض خدا کی خاطر یتیم بنائے گئے ہوں یہ وقت ہے کہ ان سے غیر معمولی محبت اور پیار کا سلوک کیا جائے۔ اور احمدی گھروں میں زیادہ سے زیادہ ان کو اپنایا جائے۔** پس جن ممالک میں قانونی روک کوئی نہیں ہے وہاں تو احمدیوں کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ اُن بچوں کو اپنا لیں۔ جہاں قانونی روکیں ہیں وہاں ایک صورت ہوسکتی ہے کہ عارضی طور پر امانتاً وہ بچے لئے جائیں۔ مستقل بچہ لینا Adopt کرنا جس کو کہتے ہیں یہ نہ تو اسلام میں ویسے Adoption جائز ہے۔ یعنی ان معنوں میں Adoption کہ گویا وہ جائداد میں بھی شریک ہو جائے گا اور جو قوانین انسانی تعلقات کے ہیں وہ اُس بچہ پر بھی اطلاق پائیں گے اور اُس کے منہ بولے ماں باپ پر بھی اطلاق پائیں گے یہ Adoption ہے جس کی راہ میں بہت دقتیں ہیں۔ اور احمدیوں کو ایسی Adoption میں دلچسپی بھی کوئی نہیں کیونکہ وہ خلاف اسلام ہے۔ ہم امین بن کر بچوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں اور اُن کے نتیجے میں نہ ہمیں کوئی ملکی حقوق حاصل ہوں گے کسی قسم کے نہ اُن بچوں کو کوئی ایسے حقوق حاصل ہوں گے جو قرآن کریم کے جاری کردہ نظامِ وراثت پر اثر انداز ہوں۔

اس پہلو سے ان حکومتوں کی طرف سے بھی ایک راستہ کھلا موجود ہے اور وہ امانتاً وہ بچے سپرد کر دیتے ہیں بعض دفعہ تھوڑی دیر کیلئے بعض لمبے عرصے کیلئے۔ چنانچہ پانچ، دس سال، پندرہ سال بھی ان بچوں کی خدمت کی توفیق مل جائے تو ایک بہت بڑی خدا تعالیٰ کی طرف سے سعادت ہوگی۔ تو یورپ کے ممالک میں ہر احمدی کو چاہئے یہ کوشش کرے اور ان مظلوموں سے تعلقات قائم کریں اور ان کی انسانی سطح پر ہر ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرے اور جو ضرورتیں ان کی طاقت سے بڑھ کر

ہوں اور کسی اور طرف سے پوری نہ ہو رہی ہوں اُن سے متعلق جماعت کو متوجہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت اس معاملہ میں اپنے مظلوم بھائیوں کی ہر طرح مدد کرنے کی کوشش کرے گی۔ تو مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ جماعت جس طرح کہ ہمیشہ ہر نیک تحریک پر ضرور لبیک کہتی ہے اس تحریک پر بھی انشاء اللہ ضرور لبیک کہے گی۔ خدا کرے کہ مسلمان حکومتوں کو بھی لبیک کہنے کی توفیق ملے ورنہ یہ نہ ہو کہ آئندہ زمانہ ان پر طعن کرے کہ

ع ناداں جھک گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

پہلے قیام کی باتیں کیا کرتے تھے جب سجدوں کا وقت تھا، قیام کا وقت آیا ہے تو سجدوں میں جا پڑے ہیں۔ یہ بے محل اور بے ترتیب بے سلیقہ باتیں ہیں مومن کو زیب نہیں دیتیں۔ اب وقت ہے اسلامی جہاد کا، اس جہاد میں تمام اسلامی ملکوں کو پوری طرح حصہ لینا چاہئے اور غیر اللہ کے خوف کو بالکل دل سے نکال دینا چاہئے۔ دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ USSR کے سابقہ علاقوں اور ریاستوں میں جماعت احمدیہ کو میں نے نصیحت کی ہے اور کئی رنگ میں نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے تعلقات بڑھائیں اس سے پہلے ایک تحریک کی تھی پچھلے خطبے میں کہ بعض صاحب علم دوستوں کی مختلف Professions میں مہارت رکھنے والے افراد کی بعض مسلمان یا غیر مسلم ریاستوں کو بھی ضرورت ہے اور ان کے بعض نمائندوں نے ہم سے رابطہ پیدا کیا ہے اور خواہش کی ہے کہ جماعت صاحب علم دوست جن کا میں ذکر کر چکا ہوں اپنے اپنے مضمون سے تعلق رکھنے والے اپنے نام پیش کریں۔

ایک اور اعلان یہ کرنا ہے کہ بہت سے ایسے USSR کے ممالک ہیں جہاں کی یونیورسٹیوں میں تعلیم کا معیار خدا کے فضل سے بہت اونچا ہے اور بہت کم خرچ پر وہاں طالب علم اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اس لئے بجائے اس کے کہ مغربی یونیورسٹیوں کی طرف مشرق کے باشندے بھاگیں، یعنی امیر ملکوں کی جو Capitalist ممالک ہیں، اُن کی یونیورسٹیوں کی طرف بھاگیں یہ وقت ہے کہ یہ مشرقی یورپ اور USSR کی ریاستوں میں تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ جماعت احمدیہ اس سلسلے میں ہر طرح تعاون کرے گی۔ مرکزی طور پر ہم نے کافی معلومات اکٹھی کی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں افریقہ کے غریب طلباء کے لئے بہت اچھا موقع ہے اور پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش وغیرہ کے طلباء کے لئے بھی بہت اچھا موقع ہے۔ ہمارے تعلقات خدا کے فضل

سے بڑھ رہے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی سفارش پر ایسے طلباء کو جو ذہین ہوں اور علم کی ایک بنیاد قائم کر چکے ہوں اُس بنیاد پر اعلیٰ عمارتیں تعمیر کرنے کے بہت اچھے مواقع فراہم ہوں گے اور اللہ کے فضل سے اُن علاقوں میں اسلام کا پیغام پہنچانے کی بھی توفیق ملے گی۔ پس جو طلباء بھی خواہش مند ہوں اپنے اپنے ملک کے سیکرٹری تعلیم یا ناظر تعلیم وغیرہ سے رابطہ قائم کر کے مکمل کوائف ہمیں بھجوائیں۔ اس عرصے میں جو معلومات ہمیں مہیا ہو چکی ہیں وہ ہم مختلف ممالک کو بھجوا دیں گے۔ جو معلومات حاصل ہوں گی مختلف ممالک کو بھجواتے رہیں گے تا کہ اگر ممکن ہو تو وہیں جو مختلف ممالک کے نمائندے موجود ہیں سفیر موجود ہیں ان سے رابطہ کے ذریعہ اگر وہ اپنے داخلوں کا انتظام کر سکتے ہیں تو شوق سے کریں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ مرکز کی وساطت سے یہ کام ہو۔ جس جس ملک میں آسانی سے یہ کام ہو سکتا ہے مرکز سے مدد لئے بغیر وہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہاں اور بھی بہت سے کام ہیں لیکن جن کو ضرورت ہو اُن کو ضرور مدد دی جائے گی انشاء اللہ۔ تو طلباء بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جائزہ لیں جن جن کو توفیق ہے کہ وہ پورے خرچ برداشت کر سکتے ہوں وہ خود کریں کیونکہ خرچ زیادہ نہیں ہیں لیکن اگر کوئی غریب طالب علم ہوں جو خرچ نہ برداشت کر سکتے ہوں لیکن ان کا تعلیمی معیار یہ تقاضا کرتا ہو کہ ان کو اُونچی کی تعلیم دلانی چاہئے ان کو انشاء اللہ تعالیٰ جماعت بھی مدد دے گی اس لئے جنہوں نے درخواستیں یہاں بھجوانی ہوں اور کچھ مدد کے بھی طالب ہوں جو جائز ہے تو وہ اپنے نظام کی معرفت ایسی درخواستیں بھجوائیں۔

ایک اور تحریک یہ کی گئی تھی کہ احمدی تاجران ملکوں سے تجارتیں کریں اور اپنے نمائندے بھیجیں، جائزے لیں، یونیورسٹیز قائم کریں۔ اس ضمن میں جو میں نے وفد Belorussia بھجوایا تھا اُس وفد کی رپورٹ خدا کے فضل سے بہت ہی خوش کن ہے اور بعض وفود دیگر ریاستوں میں بھی گئے ہیں وہاں سے بھی اچھی اطلاعات ملی ہیں۔ بہت بھاری امکانات ہیں تجارتوں کے بھی اور Industry کے لئے بھی کیونکہ باوجود اس کے کہ روس Technology کے لحاظ سے اور صنعتی لحاظ سے بعض شعبوں میں مغرب کا مقابلہ کرتا تھا مگر وہ شعبے دفاعی شعبے ہیں یا جارحانہ شعبے ہیں جو روز مرہ کے انسانی فوائد سے تعلق رکھنے والے صنعتی شعبے ہیں اُن میں روس بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اور زیادہ تر اُن کے اقتصادیات دانتوں اور ناخنوں کو پالنے پر لگی رہی ہیں۔ گوشت پوست اور آنکھیں اور جگر

اور دل وغیرہ کی غذا کی طرف توجہ کم رہی۔اسی وجہ سے یہ نظام بالآخر ناکام ثابت ہوا۔اوراب جبکہ سب کچھ کھلا کھلا دکھائی دینے لگا ہے تو جن جن اعضاء میں ان کی کمزوریاں ہیں وہ بالکل سامنے آ گئی ہیں اور یہ خوداب اس بات کے خواہشمند ہیں کہ تمام ممالک کے خواہ وہ پسماندہ ہوں جیسے بھی ہوں وہ لوگ وہ افراد جو مدد کی اہلیت رکھتے ہیں ہماری مدد کریں۔تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میدان میں بھی جو ایک قسم کا خدمت کا جہاد ہے جماعت احمدیہ کو صفِ اول پر رہنا چاہئے۔

تجارت کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ انگلستان کی جماعت سے فوری طور پر قربانی کی بہت اعلیٰ مثالیں سامنے آئی ہیں۔چنانچہ وہ وفد جو Belorussia بھجوایا گیا تھا اُس میں فہیم بھٹی صاحب ہماری جماعت انگلستان کے مخلص کارکن ہیں جو Cassets کے انتظام کے بھی سربراہ ہیں یہ اوران کے ساتھی بھٹی خاندان کے نوجوان مل کر ساری دنیا کو فوراً Cassets بھجوانے کا انتظام کرتے ہیں انہوں نے مجھے یہ پیشکش کی ،یعنی رپورٹ جب ہوگئی اورزبانی باتیں ہوگئیں،اس کے بعد یہ پیشکش اس طرح کی کہ اپنی بیوی اپنے بچوں کوساتھ لے کرآئے اور کہا کہ آپ نے کہا تھا کہ یہ وقت ہے کہ خدمت دین کیلئے اپنے سارے خاندان کو بیچ میں جھونک دو تو میں پیشکش کرتے ہوئے ان کوساتھ لایا ہوں۔آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ اپنے آپ کواس میدان میں جھونکنے کیلئے خوب تیار ہوکرآئے ہیں۔چنانچہ اللہ کے فضل سے اُن کی بیگم نے بھی اُسی طرح اُن کے ساتھ اور بڑی خوشی کے ساتھ کہا کہ ہم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم وہیں جا کر بیٹھ جائیں گے وہیں کے ہور ہیں گے ،انگلستان میں سب کچھ سب اثاثے ختم کر کے ہم وہاں جانا چاہتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر صحیح معنوں میں اُن کی خدمت ہونہیں سکتی۔دور بیٹھ کے تجارتوں کے ذریعہ وہ بات نہیں بن سکتی جوانسان وہاں جا کرخودآباد ہو جائے اور مستقل وہیں کا ہوکر رہ جائے۔پھراُس سے اُنہوں نے کہا کہ تربیت میں بھی فائدہ پہنچے گا۔تو بچوں کی طرف میں نے دیکھا وہ بڑی خوشی سے مسکرا مسکرا کر ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر ہاں کررہے تھے۔تو یہ خاندان یعنی فہیم بھٹی صاحب کا خاندان خدا کے فضل سے پورے کا پورا اپنے آپ کو پیش کر چکا ہے۔اس کے بعد دوسرے دن ان کے دوسرے بھائی تشریف لے آئے کہ میری طرف سے بھی یہی خواہش ہے،وہ اپنے خاندان کو لے کرآئے کہ ہمارے بھائی نے جو کام کیا ہے ہم اُس سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے اور تیسرے دن تیسرے بھائی کا خط آ گیا کہ میں

نے اپنی والدہ کو جو امریکہ میں ہیں (ان کی والدہ،ان کے والد فوت ہو چکے ہیں، جو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی کے پوتے کے بیٹے تھے۔ چنانچہ اُن کی وفات کے بعد مکرم ومحترم شیخ مبارک احمد صاحب سے ان کی والدہ کی شادی ہوئی) چنانچہ اُنہوں نے یہ بتایا کہ میں نے اپنی والدہ کو فون کیا اور بتایا کہ میرے دو بھائی وقف کر چکے ہیں میں تیسرا ہوں اور میری بھی خواہش ہے۔تو والدہ نے کہا کہ اور اس سے زیادہ کیا چاہئے میری اپنی یہی خواہش تھی کہ میرے تینوں بیٹے خدمت دین پر استعمال ہوں۔تو ضرور کرو، چنانچہ ایک ماں کے یہ تینوں بچے خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں آگے بڑھ چکے ہیں۔اور میں امید رکھتا ہوں کہ باقی جو دنیا کی مخلصین ہیں وہ بھی اس نیک مثال کی پیروی کرتے ہوئے کوشش کریں گے کہ اپنے خاندان کا ایک حصہ ان ملکوں میں آباد کر دیں کیونکہ حقیقت میں جب تک وہاں مستقلاً بیٹھا نہ جائے اُس وقت تک خط وکتابت کے ذریعہ تجارتوں سے اتنا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔دنیاوی فائدہ تو کسی حد تک تو ہو جائے گا لیکن جو دینی مقاصد اس کے ساتھ ملحق ہیں وہ نہیں پورے ہو سکتے۔تو میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس سلسلہ میں بھی مختلف خاندان اپنے نمائندے خود بھیجیں گے اور خود فیصلہ کریں گے کہ کس ملک میں اُن کا بیٹھنا وہاں رہ جانا بہتر ہوگا اور کیا طریق اختیار کیا جائے۔

اس سلسلہ میں جماعت پر بوجھ نہ ڈالا جائے بلکہ خاندان یہ بوجھ خود اُٹھائیں۔ہاں اگر مشورہ کرنا چاہتے ہوں کہ ہمیں کہاں جانا چاہئے۔تو اس سلسلہ میں ہم انشاء اللہ ان کو ضرور مشورہ دیں گے۔ان تینوں بھائیوں نے تو مجھ پر چھوڑ دیا تھا کہ ہمیں جہاں چاہتے ہیں وہاں وہاں آباد کر دیں۔چنانچہ ان کے لئے جگہیں متعین ہو چکی ہیں۔انشاء اللہ عنقریب یہ لوگ اپنے اپنے آئندہ ملکوں میں جو للہ ان کا وطن بنایا جارہا ہے اُن میں جا کر یہ انشاء اللہ خوب اچھی طرح اپنے اور اسلام کے قدم مضبوط کریں گے۔تو باقی دوست بھی جو مشورہ چاہتے ہیں انشاء اللہ ان کو بھی مشورہ دیا جائے گا۔

اب میں گزشتہ مضمون کو پھر سے شروع کرتا ہوں، وقت تھوڑا رہ گیا ہے، لیکن جتنا ہوا تنا ہی انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔سب سے پہلے میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے خَآىِٕنِيْنَ سے معافی کے سلوک سے متعلق گفتگو کی تھی اور یہ کہا تھا کہ بعض خائنین ایسے ہیں جن کو میں معاف نہیں کرتا، تو بعض لوگ مجھے اس سے سفارشیں کرتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں تو یہی بتایا ہے کہ ایسے

لوگوں سے نرمی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے تابع ان کے ساتھ سختی کا سلوک ہونا چاہئے۔ سختی سے مراد یہ ہے کہ ان کو جس حد تک اصلاحی ذریعہ اختیار کرنا ضروری ہے کرنا چاہئے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر قسم کے خائن کی ہر خیانت نا قابل معافی ہے۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ بعض خَآئِنِیْنَ کی خیانتوں سے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ ان کو معاف فرما اور ان سے درگزر سے کام لے۔ اس لئے میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے ذہن میں وہ کونسے مواقع تھے جن سے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ معافی کا حق نہیں ہے یعنی اس موقعہ پر معافی کا حق نہیں۔ آئندہ توبہ کرنے والوں کے لئے تو خدا کے فضل سے معافی کے دروازے ہمیشہ کیلئے کھلے ہیں۔ مثلاً مجھے خدا تعالیٰ نے بعض چیزوں کا امین بنایا ہے ان میں میں بھی اس بات کا مجاز نہیں ہوں کہ اس امانت کو نظر انداز کرتے ہوئے، اس کے تقاضے نظر انداز کرتے ہوئے، ذاتی طور پر اپنی دل کی نرمی سے کچھ فیصلے کروں۔

چنانچہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ بعض جرموں کی سزا کے وقت قرآن کریم نے متنبہ فرمایا ہے کہ ہم جانتے ہیں تم لوگوں کے دل نرم ہیں کیونکہ رؤف رحیم کے غلام ہو، محمد رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں ہو، تو تمہارے دلوں کی نرمی اس سزا کی راہ میں حائل نہ ہو۔ اُس میں حکمت یہ ہے کہ وہ امانت ہے ایک قسم کی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے واضح طور پر ایک حکم آتا ہے یا بعض ایسی صورتیں پیش ہوتی ہیں جن میں ایک انسان مالک کے طور پر فیصلہ نہیں کرسکتا بلکہ امین کے طور پر مجبور ہے وہاں معافی کا کوئی حق نہیں ہے۔ مثلاً جو لوگ اپنے اس عہد میں خیانت کرتے ہیں کہ قضاء کے پاس جاتے ہیں قضاء سے فیصلہ کروانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں اور بیچ میں سے نیت بھی دراصل یہ ہوتی ہے کہ اگر ہمارے حق میں فیصلہ ہو جائے تو بسم اللہ ہم اُسے قبول کریں گے اور اگر فریق ثانی قبول نہ کرے گا تو نظام جماعت کو مجبور کریں گے کہ اُس سے زبردستی یہ فیصلہ منوایا جائے اور ہمارے حق میں جو بھی حقوق بنتے ہوں وہ ادا کئے جائیں لیکن اگر قضاء خلاف فیصلہ کردے تو ہم شور مچائیں گے کہ یہ ناانصافی ہے یہ تقویٰ کے خلاف ہو گیا ہے اور ہم جماعت سے تعاون کرنے سے انکار کر دیں گے۔ ایسی تمام صورتوں میں میں بھی تو ایک امین ہوں، میں نے بھی خدا کو جواب دینا ہے اور خدا کی یہ امانت ہے میرے سپرد کہ قضاء کے احترام کو قائم کروں اور خدائی فیصلوں کو یکساں ان پر عمل درآمد کرواؤں۔ سوائے اس کے کہ کوئی اپیل آئے میرے پاس اور وہ فیصلہ بدلا جائے جب تک

وہ فیصلہ قائم ہے کسی بھی فرد جماعت کا یہ حق نہیں ہے کہ اس سے رُوگردانی کرے۔

پس ایسی صورت میں قطع نظر اس کے کہ کون ہے، کیسا ہے؟ درحقیقت وہ فیصلہ درست بھی تھا کہ نہیں، قضائی فیصلہ جب ہو چکا اور اپیلوں کے دور گزر گئے اور وہ فیصلہ قائم رہا تو اس کے بعد یہ خدا کا کام ہے دیکھنا کہ فیصلہ درست تھا کہ غلط تھا بندوں کا کام نہیں ہے اور جماعت بہر حال اُس کی تنفیذ کروائے گی۔ تو ایسے معاملات میں جو سفارشیں کرتے ہیں یا معافی کی درخواستیں کرتے ہیں اُن کو میں صاف بتاتا ہوں۔ ایسے بعض واقعات گزرے ہیں یہیں یورپ میں کہ قضائی فیصلے کے مطابق حق ادا نہ کیا دوسرے فریق کا حق دبا کے بیٹھے رہے اور خدا کے نام پر اور رسول کے نام پر، درخواستوں پر درخواستیں آنے لگیں کہ ہمارا اخراج کا فیصلہ ختم کیا جائے اور معافی سے کام لیا جائے۔ ان کو میں یہی لکھتا ہوں کہ مجھے اختیار ہی کوئی نہیں جس بات کا میں کیسے کرسکتا ہوں؟ میں تو امانتدار ہوں تو تمہاری خیانت کے اوپر میں بھی خائن بن جاؤں؟ یہ نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح بعض لوگ بڑی خیانتیں کرتے ہیں مثلاً وقف کا عہد کیا ہے اور عہد توڑ دیا اور دنیا کی خاطر دین کو ترک کردیا اور دنیا کو دین پر مقدم کردیا۔ یہ معمولی بات نہیں ہے یہ ان عہدوں میں سے جن کا خود قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے کہ تمہیں ان پر نگران بنایا گیا ہے۔ (یہ اعلان میں کرنا چاہتا ہوں کہ اس ضمن میں یہ بھی اعلان کردینا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے جب میں باہر دورے پر جاتا رہا ہوں تو یہ رابطے کٹ جاتے تھے۔ اب پھر مجھے انشاء اللہ کینیڈا دورے پر جانا ہے تو میں پاکستان اور دیگر مشرقی ممالک کو یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس دفعہ یہ رابطہ نہیں کٹے گا اور جماعت کینیڈا نے یہ پیشکش کی ہے کہ ہمارے دورے کی وجہ سے اہل پاکستان کو خصوصیت کے ساتھ تکلیف نہیں ہونی چاہئے اس لئے جماعت احمدیہ کینیڈا سارا خرچ برداشت کرے گی اور نہ صرف پاکستان کے ساتھ رابطہ بحال ہوگا بلکہ نارتھ امریکہ تمام کا تمام یہ خطبہ براہ راست سن اور دیکھ سکے گا۔ تو میں ان کو یہ خوشخبری دیتا ہوں جواب یہ آواز سن رہے ہیں کہ وقتی اس قسم کی خرابیاں تو بعض دفعہ ہو جاتی ہیں انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ آئندہ نہ ہوں لیکن میرا جو تین ہفتے کا باہر کا دورہ ہے یا تین ہفتے سے کم ہو لیکن تین خطبے باہر ہوں گے، ایک یورپ میں اور دو کینیڈا میں تو ان سب میں انشاء اللہ تعالیٰ تمام دنیا کی جماعتیں شریک ہوں گی)۔

تو میں بیان کر رہا تھا کہ جہاں تک خائن کی معافی کا ہے، اس میں جو بڑے عہد ہیں اور بڑی خیانتیں ہیں اُن میں خائن کے ساتھ نرمی کی اجازت نہیں ہے ورنہ اُس کے ساتھ اُس کے نتیجہ میں

بہت بڑے بڑے فساد واقعہ ہو جائیں گے اور ایک معافی کے نتیجہ میں دوسرے لوگوں کو جرم کی جرأت ہوگی۔ اگر واقفین کھلم کھلا اپنے عہد کو توڑتے ہیں مجبوری کی خاطر نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ دنیا ادنیٰ تقاضے ان کو زیادہ پیارے لگ جاتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ ایسے ملکوں میں پہنچے ہیں جہاں دنیا کی نعمتیں موجود ہیں مگر پہنچے وہ جماعت کی وساطت سے اور وقف کے صدقے سے پہنچے ہیں اُن کا کوئی حق نہیں ہے کہ وقف کو ٹھوکر مار کر دنیا کی نعمتوں کو گلے سے لگالیں۔ یہ وہ خیانت ہے جس پر میں سمجھتا ہوں مجھے معاف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ لمبے عرصے کے عذاب میں سے گزرنے کے بعد یعنی روحانی عذاب میں سے گزرنے کے بعد جن لوگوں کا ضمیر زندہ ہو اور ان کو بے چین رکھتا ہو پھر خدا تعالیٰ اُن کی توبہ کو اس طرح قبول فرمالے کہ میرے دل میں بھی غیر معمولی طور پر اُن کی معافی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے اور جو بھی خلیفہ آئندہ آئے اُس کے دل میں یہ توجہ پیدا ہو تو وہ الگ مسئلہ ہے لیکن ادھر یہ جرم کیا اُدھر معافی کے نام پر، خدا کے نام پر، رسول کے نام پر ہمیں معاف کر دیں اور دونوں باتیں اکٹھی ہضم کرنے دیں دنیا بھی رہ جائے اور دین بھی رہے یہ نہیں ہوسکتا پھر۔ کئی صورتوں میں رہتے ہیں لیکن بعض صورتوں میں یہ دونوں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

پھر جماعتی اموال کے غصب کرنے والے جن کو ان کا امین بنایا گیا تھا ان کے متعلق کوئی بڑی سزا تو نہیں دی جاتی۔ یہ کوئی دنیاوی بدنی سزا نہیں ہوتی لیکن ایک ناراضگی کا اظہار ہے جو مختلف شکلیں اختیار کرتا ہے اس ناراضگی کے اظہار میں نرمی نہیں کی جاسکتی کیونکہ اگر کی جائے گی تو جماعت کا تمام مالی نظام درہم برہم ہو جائے گا، دنیا میں جماعت احمدیہ کے مالی نظام جیسا کوئی نظام نہیں ہے۔ آپ چراغ لے کر ڈھونڈیں، دن کو ڈھونڈیں، رات کو ڈھونڈیں، دنیا کے پردے پر سوائے جماعت احمدیہ کے ایسا عظیم الشان عالمی مالی نظام دکھائی نہیں دے گا، جس میں ہر شخص شریک ہے یعنی ہر شخص تو نہیں کہہ سکتے لیکن بھاری تعداد میں چھوٹے بڑے سب شریک ہیں، مرد عورتیں بچے سب شریک ہیں اور پھر اُن کی حفاظت کا سوائے تقویٰ اور دیانت کے کوئی انتظام نہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سو سال سے جماعت اُن اموال کی محض للہ حفاظت کر رہی ہے اور اسی حفاظت کے برتے پر، اس مان پر اس اعتماد پر کہ ہاں ہماری دولت امینوں کے ہاتھ میں ہے لوگ کُھل کُھل کر اپنے بچوں کے پیٹ کاٹ کر بھی مالی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ یہ تقاضے اتنے عظیم ہیں کہ ان کو نظر انداز کر کے چھوٹی

چھوٹی معافی کی جذباتی چٹھیوں پر میرا معاف کر دینا کوئی آسان بات نہیں ہے بلکہ اکثر صورتوں میں مَیں بے اختیار رہوں۔

پس یہ میری مراد تھی یہ نہ سمجھا جائے کہ ہر خیانت پر سختی کرنا لازمی ہے۔ بعض خیانتیں انسان کی اپنی خیانتیں ہوتی ہیں۔ ذاتی طور پر کوئی خیانت کرتا ہے اُس میں بخشش سے کام لینا ہرگز گناہ نہیں ہے بلکہ بخشش اور عفو مستحب ہیں۔ پھر بعض اور قومی بد دیانتیاں بھی ہوتی ہیں جو چھوٹی موٹی ہوتی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہے کہ چھوٹی موٹی عام بد دیانتیوں میں خیانتوں میں حتی المقدور نرمی سے پیش آؤ۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو اہل کتاب ہیں ان پر ہم نے بدعہدی کے نتیجہ میں لعنت ڈالی تھی۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ (المائدہ:۱۴) انہوں نے ہمارے عہدوں میں بد دیانتی کی یعنی خیانت سے کام لیا ہم نے ان پر لعنت ڈالی اور اس کے نتیجہ میں ان کے دل سخت ہو گئے۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ بد دیانتی کی ایک شکل انہوں نے یعنی خیانت کی ایک شکل یہ اختیار کی کہ فرمان الٰہی کو سمجھتے ہوئے بھی اس کے مواقع اور مواضع سے اُٹھا کر ایسی جگہ استعمال کرنے لگے جو اُس فرمان کا منطوق نہیں تھا، مدعا اور مطلوب نہیں تھا۔ پس اکثر علماء سے یہ خیانت ہوتی ہے۔ یعنی دینی علماء جب خیانت میں مبتلا ہوتے ہیں تو ایسی بے باکی اور جرأت اختیار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے وہ باتیں جو اُن کا دل گواہی دیتا ہے کہ اس مقصد کے لئے نہیں ہیں وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں اُن کا ذاتی مقصد پورا ہو رہا ہو اور خدا کا مقصد پورا نہ ہو رہا ہو۔ چنانچہ اس طرح دین میں تحریف کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے پھر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔ اسی کے نتیجہ میں نہایت ہی بگڑی ہوئی فرقوں کی صورتیں اُبھرتی ہیں۔ تو فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے میرے عہد کو توڑا اور اُس میں خیانت سے کام لیا اُن کے ہم نے دل سخت کر دیئے ہیں اور سخت دل ہونے کے بعد علامت کیا ظاہر ہوئی۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وہ کھلم کھلا خدا کے کلام سے کھیلنے لگے۔ دو باتیں الگ الگ ہیں پہلی بات اور اس بات میں فرق یہ ہے کہ پہلے تو وہ اپنی ذات کے متعلق تقاضوں کو پورا نہیں کرتے تھے۔ جو عہد خدا سے انہوں نے باندھے تھے ان کو انہوں نے پورا نہیں کیا لیکن دوسروں کو دھوکا دینا اس میں شامل نہیں تھا۔ جب

خدا کے تقاضوں کو اور وعدوں کو توڑ دیا تو دل سخت ہو گئے اور پھر اُس کا اگلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ بنی نوع انسان کو خدا کے نام پر خدا کے کلام سے دھوکہ دینے لگے۔ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ اور بعض باتیں جو ان پر ذمہ داریاں ڈالتی تھیں ان کو تو بھول ہی گئے۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں خیانت جن کی عادت بن چکی ہے۔ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ اور تو روزمرہ ان کی خیانتوں کی خبریں سنے گا، ان کی خیانتوں پر اطلاع پائے گا۔ کیونکہ سینکڑوں سال سے اس بات میں مصروف ہیں ان کی عادت مستمرہ ہے۔ جس طرح چور کو چوری کی لت پڑ جاتی ہے جھوٹے کو جھوٹ کی لت پڑ جاتی ہے۔ تو اُس کی چھوٹی موٹی چوریاں چور کی چھوٹے موٹے جھوٹ نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔ یہی وہ مضمون ہے کہ ان کا تو حال ہی بہت برا ہے۔ تو ان سے کیا توقع رکھتا ہے شاذ ہی ہیں ان میں سے جو امانت دار ہیں۔ ان سے کیا سلوک فرما۔ فرمایا فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ ان سے عفو کا سلوک کر۔ چھوٹی موٹی باتوں سے یہ مراد نہیں کہ بڑی بے غیرتیاں جو دین میں کرتے ہیں اُس پر خاموشی اختیار کر۔ مراد یہ ہے عادی جو مجرم ہیں روزمرہ کی باتوں میں کہاں تو ان کو پکڑے گا اس لئے عام غفلتوں میں عام خیانتوں میں ان سے درگزر سے کام لے۔ وَاصْفَحْ اور نظر انداز کر دیا کر۔ وَاصْفَحْ کا مضمون ایسا ہے جیسے آپ کسی بچے کو غلطی کرتے دیکھ رہے ہوں اور جان کے نظر چرا لیں تا کہ اسکو یہ بھی نہ پتا لگے کہ میں پکڑا گیا ہوں۔ تو عفو کا ایک بہت ہی پیارا انداز ہے کہ غلطی دیکھنے کے باوجود اس سے آنکھیں بند کر لینا۔

مگر یہ وہ غلطی نہیں ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ دین کے معاملے میں امانت دار شخص جس کے سپرد خدا کا مال کیا جاتا ہے۔ وہ اس مال کو کھا رہا ہے اور آپ اس آیت سے استنباط کی کوشش کرتے ہوئے یہ کہیں کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بھی تو فرمایا تھا کہ ان کی خیانتوں پر درگزر کیا کر اور آنکھیں پھیر لیا کر تو ہم بھی تو یہی کرتے ہیں۔ اگر وہ یہ کرتے ہیں تو حقیقت وہ یہ کر رہے ہیں جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اسی آیت میں یعنی يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وہ قرآن کریم کی ایک آیت کا منطوق سمجھتے ہوئے بھی اُس کو بے محل استعمال کرتے ہیں اور اُسے توڑ مروڑ کر اُس سے ناجائز مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے اور یہ سخت دلوں کی ادائیں ہیں مومنوں کی ادائیں نہیں ہیں۔ پس قرآن کریم نے جہاں سختی کا حکم دیا ہے وہاں

مضمون کو سمجھ کر سختی کرنا ضروری ہے، جہاں نرمی کا حکم دیا ہے وہاں مضمون کو سمجھ کر نرمی کرنا ضروری ہے۔

آنحضرت ﷺ کی سختی اور نرمی کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ بعض دفعہ ایسی سختی کی ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ایک شخص جس نے اموال کے متعلق آنحضور ﷺ سے دعا کروائی کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا کریں میرے اموال میں برکت ہو، میں بھی پھر دل کھول کر چندے دوں۔ جب اس کے اموال میں برکت پڑ گئی اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے نمائندے اُس سے چندہ وصول کرنے یا زکوۃ وصول کرنے گئے تو اس نے کہا آجاتے ہیں زکوۃ وصول کرنے والے، یہ تو دیکھتے ہو کہ کیا کچھ ہے یہ نہیں پتا کہ کتنے خرچ ہیں کتنی مصیبتیں ہیں۔ سو طرح کی اُس نے باتیں بنائیں۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ آئندہ اس سے کبھی چندہ وصول نہیں کیا جائے گا۔ اس کے متعلق آتا ہے کہ وہ سال بہ سال پشیمان ہو کر۔ بھیڑوں کے اور دوسرے مویشیوں کے غلے کے غلے ہانک کر لاتا تھا اور ہر دفعہ رد کر دیا جاتا تھا یہاں تک کہ اتنی تعداد بڑھ گئی کہ چندہ جو اس کے مال میں شامل ہو گیا۔ کہ کہتے ہیں وادی پوری کی پوری ان مویشیوں سے بھر جایا کرتی تھی مگر نہ آنحضرت ﷺ نے قبول فرمایا نہ آپ ﷺ کے بعد آپ کے خلفاء میں سے کسی نے بھی قبول فرمایا۔ (تفسیر در منثور، سورۃ التوبہ صفحہ:۳۰) تو مواقع ہیں، ان مواقع کے مطابق کام کرنا چاہئے اور اس آیت نے دیکھیں کتنی عمدہ تمہید باندھ دی ہے اس بات کی۔ عفو کی ہدایت فرمائی، درگزر کی ہدایت فرمائی، لیکن اس سے پہلے یہ مضمون بیان فرمایا۔ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ جو بد بخت لوگ ہیں وہ ہیں جو ایک بات کو اُس کے محل کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ وہ جو خدا کے پاک بندے ہیں۔ وہ ہر بات کو موقع اور محل کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ پس جہاں عفو اور درگزر کا موقع ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ وہاں عفو فرمائی اور درگزر سے کام لیا۔ جہاں خدا کی خاطر سختی کا موقع تھا۔ وہاں سختی سے رکے نہیں اور ساری زندگی آپ ﷺ کی سنت سے یہی ثابت ہے۔

پس میں چاہتا تھا کہ غلط فہمی کو اگر یہ پیدا ہوگئی ہو دور کر دوں۔ عام حالات میں نرمی، مغفرت، رحمت سے نہیں روکا گیا کیونکہ دراصل خیانت کا مضمون اتنا وسیع ہے کہ ہماری روزمرہ کی زندگی میں اچھے بھلے نیکوں سے بھی کہیں نہ کہیں خیانتیں ہوتی رہتی ہیں۔ کہیں نظر لڑکھڑا گئی اور نظر خائن ہوگئی کہیں گفتگو بگڑ گئی اور

وہ خائن ہوگئی کہیں کسی ادا سے خیانت ہوگئی، خیانت کے تو بیشمار مواقع ہیں۔ اگر ہر خیانت سے اسی طرح سختی کی جائے تو کوئی انسان بخشش کے لائق ہی نہیں ٹھہرے گا اس لئے استغفار کرتے ہوئے زندگی گزارنی چاہئے۔ موقع اور محل کے مطابق اعمال بجالائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ان شاء اللہ اب آئندہ خطبہ آپ کینیڈا سے براہ راست سنیں گے اور دیکھیں گے اور اُس کے بعد پھر اگلا خطبہ بھی انشاء اللہ کینیڈا سے ہوگا اور آخری خطبہ یورپ سے ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ تو امید ہے یہ سلسلے جاری رہیں گے۔ خدا کرے ہمیشہ جاری و ساری رہیں۔ (آمین)